Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اینکل۔"

"ہم رسے کا انتظام کر رہے ہیں سر" شعیب نے جواب دیا۔

"اینڈ کیپ اے پیس آف کیک فار می۔"

"ڈیفنٹلی سر"

میس کے آبدار اور افسروں کے بیٹ مین ٹھنڈے شربت کے گلاس لا لا کر پیش کر رہے تھے۔ شعیب پھرتا پھراتا ہوا اگلے کمرے میں داخل ہوا جہاں سفید وردی والے میس کے ملازم چائے کے برتن پالش کر کر کے سجا رہے تھے۔ شعیب میز کے پاس رُک کر انہیں چھوٹی بڑی ہدایات دیتا رہا، پھر جا کر پچھلے دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ پتلون کی جیبوں میں ہاتھ دیئے، وہ وہاں پر رُکا بے خیالی سے باہر اندھیرے میں دیکھنے لگا۔ سرفراز جو پہلے کمرے میں چل پھر رہا تھا، لوگوں کے پاس رُکتا اُن سے ایک آدھ بات کرتا ہوا، درمیانی دروازے میں جا ٹھہرا۔ عقبی دروازے میں کھڑے شعیب کی پشت اُسے نظر آ رہی تھی۔ اُس کا دِل دھک دھک کرنے لگا۔ اُسے علم تھا کہ ابھی کچھ دیر میں نسیمہ اپنے گروپ کے ہمراہ اِسی دروزے سے داخل ہوگی۔ اُس کی پیٹھ پہ لوگوں کی گفتگو کی ملی جلی بھنبھناہٹ اور بیچ بیچ میں شرفی کی بے ساختہ ہنسی کی آواز اُٹھ رہی تھی۔ وہ دھیان ہٹانے کو کمرے میں داخل ہو کر چپکے سے بڑی میز کے پاس جا کھڑا ہوا اور ایک چینی کی خالی پیالی کو اُٹھا کر بجلی کی روشنی کے سامنے اُس کا معائنہ کرنے لگا۔ اِس وقت اگر وہ آ جائے، سرفراز نے پیالی کی سفید سطح پہ منعکس بلب میں نظر جما کر سوچا، تو میں اُس سے کیا کہوں گا؟ اِتنے لوگوں کے بیچ میں کیسے قدم بڑھا کر اُس کے قریب جاؤں گا؟ میری باری کب آئے گی؟ اِتنے پُراعتماد، خوش شکل، اعلیٰ شہری بیک گراؤنڈ والے لڑکوں کے سامنے میری کیا حیثیت ہے؟ سرفراز پیشہ وری کی حد تک فوج کے حلقے میں کسی سے مرعوب نہ ہوتا تھا۔ مگر یہ ایک مختلف معاملہ تھا۔ اُسے احساس تھا کہ وہ اپنی طبیعت، اپنے تجربے اور اپنے مخصوص طبقے کا قیدی تھا جس کی بنا پر وہ کھیل شروع کرنے سے پہلے ہی ہار چکا تھا۔ مگر اپنے دِل کا کیا کروں، اُس نے سوچا؟ اُس نے پیالی میز پہ رکھی تو اُس کا ہاتھ ذرا کپکپا رہا تھا، جس سے پیالی طشتری کے ساتھ ٹکرا کر کٹکٹائی۔ شعیب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا سرفراز کے برابر آ کھڑا ہوا۔ اُس نے مسکرا کر سرفراز کو دیکھا اور پیالی کے کناروں پہ انگلی پھیرنے لگا، گویا بات کرنے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضرورت نہ سمجھتا ہو۔ ایک لحظے کے لِئے دونوں کمروں میں مکمل خاموشی ہو گئی، پھر دوسرے کمرے میں ایک شور اُٹھا۔ سرفراز اَور شعیب کو ایک عجیب منظر نظر آیا۔ درمیان والے دروازے میں دو سیاہ بوٹ ہوا میں لہراتے ہُوئے دکھائی دیئے جو بے سہارا آہستہ آہستہ آگے بڑھتے آ رہے تھے۔ پھر دو ٹانگیں اُلٹی ہوا میں اُٹھی ہُوئی سامنے آئیں جن کی پتلون گھٹنوں تک گری ہُوئی تھی اَور جرابوں کے بعد پنڈلیوں کی دو دو اِنچ جلد نظر آ رہی تھی جس پہ گھنے سیاہ بال تھے۔

"او مائی گاڈ،" شعیب نے کہا۔ "اِٹ اِز ہم اگین۔"

سرفراز ہنس پڑا۔ شرفی اپنا کھیل دِکھا رہا تھا۔ وہ ہاتھوں کے بل چلتا ہُوا پیر اَور کہنیاں سمیٹے، دروازے کو پار کر کے صاف دُوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے پیچھے پیچھے ایک بڑے گروپ کا غوغا تھا، جو "بک اَپ بکرے" اَور "براوو" کا شور کر رہے تھے۔ ایک دُوسرا گروپ آپس میں باتیں کر کے قہقہے لگا رہا تھا۔ شرفی کے بازوؤں میں اب ہلکا سا ارتعاش پیدا ہو چُکا تھا۔ مگر اُس نے اپنی منزل پوری کر لی تھی۔ دروازے سے ایک فٹ آگے نِکل کر اُس نے ایک ایسی قلابازی لگائی کہ اُس کے پاؤں دَھپ سے آگے زمین پر آ رہے اَور پیچھے سے اُس کا جسم اُچھل کر سیدھا سامنے کھڑا ہو گیا۔ چاروں ہاتھوں پاؤں کے سوا اُس کا کوئی حصہ کِسی دیوار، دروازے یا زمین سے لگنے نہ پایا تھا۔ اُس کا چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ کھڑے ہوتے ہی وہ پلٹا اور شوکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کم آن۔ پے اَپ،" وہ بولا۔

"جیکٹ کا ایک کونا دروازے سے لگ گیا تھا۔" شوکی نے کہا۔

"نان سینس! کوئی وِٹ نس؟"

کوئی نہ بولا، سب مُنہ ہی مُنہ میں ہنستے رہے۔

"رائیٹ،" شرفی نے کہا، "کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ پے اَپ۔"

"کم آن شوکی، "کیپٹن دِلاور ہنس کر بولا، "یُو لوسٹ۔"

اُس کی بات سُن کر شوکی نے آخر کندھے اُچکا کر ہار مان لی۔ "اوکے۔ آئی او یُو"

"او یُو کا کیا مطلب؟" شرفی نے ہاتھ بڑھائے بڑھائے مطالبہ کیا۔ "آئی وانٹ کیش مَین۔"

ائی ڈونٹ کیری منی،" شوکی نے نیم سنجیدہ لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کم کم۔ جیب خالی کرو۔"

"وی آر رائیل۔" برکی اعلانیہ انداز میں گویا ہُوا۔ "رائیلز کیش کیری نہیں کرتے۔"

"آل رائٹ شرفی،" کیپٹن دِلاور بولا، "آئی او یو کوئی ڈِس آنریبل بات نہیں۔ اِٹس اے جنٹلمین آفیسرز ورڈ۔"

"جنٹلمین آفیسر؟؟" شرفی نے بے یقینی سے آنکھیں پھیلا کر سوال کیا۔

سب قہقہہ لگا کر ہنسے۔ چند ایک نے تالیاں بجائیں۔ پارٹی کا جمود ٹوٹ گیا تھا۔

اب مدعوئین کی تعداد بیس کے لگ بھگ ہو چکی تھی۔ لوگ دونوں کمروں میں بٹ گئے تھے اَور آزادی سے گفتگو اَور مذاق کر رہے تھے۔ اُسی وقت عقبی دروازے پر چھلتی ہُوئی کار کی روشنیاں گزریں، کُچھ ہلچل کے آثار پیدا ہوئے، کار کے دروازے کھلنے اَور بند ہونے، اَور کُچھ لڑکیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ پہلے کمرے والوں کو خبر نہ ہوئی۔ مگر پچھلے کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ سب کی نظریں دروازے پہ لگی تھیں۔ نسیمہ ایک بڑا سا ڈبہ اُٹھائے دروازے میں نمودار ہوئی۔ تیز نظروں سے کمروں میں چاروں طرف دیکھ کر وہ بے ساختگی سے مسکرائی۔ اُس کے چہرے سے خوشی مترشح تھی۔ وہ کونے میں رکھی ہُوئی ایک چھوٹی سی تپائی تک گئی۔ ہاتھ میں پکڑا ہُوا ڈبہ اُس پہ رکھ کر وہ اپنے بھائی کے پاس جا کھڑی ہُوئی اَور باتیں کرنے لگی۔ سرفراز اُس سے تین چار قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اب پہلے کمرے سے لوگ آنے شروع ہو گئے تھے۔ آس پاس ہلکے لہجے میں گفتگو ہو رہی تھی، جس کی بھنبھناہٹ کے بیچ نسیمہ کی صاف، کھنکدار آواز کے ٹکڑے سرفراز کے کانوں تک پہنچ رہے تھے۔۔۔۔۔ "ٹریفک۔۔۔۔ بیکری۔۔۔۔ نورین۔۔۔۔" اب وہ اُوپر لگی رنگ برنگ جھنڈیوں کی جانب اشارہ کر کے ہنس رہی تھی۔

اُس کی آواز سن کر سرفراز کو ایک لحظے کے لِئے اپنے کانوں کی سنسناہٹ کے اَندر یوں محسوس ہوا جیسے چاروں طرف خاموشی چھا گئی ہے اَور رات کی تاریکی میں دور سے بیلوں کے گلے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ نسیمہ نے فیشن ایبل قسم کا شوخ رنگ غرارہ پہنا ہُوا تھا اور قمیض کے اُوپر کندھوں پہ ہلکے سرخ رنگ کا دوپٹہ لٹک رہا تھا۔ وہ نسیمہ کی آواز سننے میں محو تھا کہ اچانک اُسے احساس ہوا کہ کِسی نے اُس سے کوئی بات کی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہنہ؟" سرفراز چونک کر مڑا۔

لفٹننٹ سُرخرو خان اپنی بڑی بڑی بلوری آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ "ویک اَپ، ایم ایس۔ وٹس رانگ؟"

دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ آنکھ کے کونے سے سرفراز نے دیکھا کہ اُس کے ہنسنے کی آواز پہ نسیمہ کو پہلی بار اُس کی موجودگی کا احساس ہُوا اَور اُس نے اچٹتی ہوئی نظر سرفراز پہ ڈالی۔ سرفراز اپنے خیال میں اس قدر کھو چُکا تھا کہ اُس نے تین دوسری لڑکیوں کی جانب دھیان بھی نہ دِیا تھا جو نسیمہ کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ نورین، جو کِسی حد تک شعیب کی چہیتی تھی اَور جِسے سابقہ پھیرے پر سرفراز نے دور سے دیکھا تھا، چست اَور چمکیلا لباس پہنے ہُوئے تھی۔ اُس کے ساتھ ایک اَور خوش شکل اَور ذرا سر نکالتی ہُوئی لڑکی کھڑی تھی۔ تیسری لڑکی ذرا فاصلے پر کھڑی مُنہ اُٹھائے چھت سے لٹکتی جھنڈیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کا قد چھوٹا، بدن منحنی اَور لباس سیدھا سادا تھا، اَور وہ نہایت خوش خلقی سے باتوں کے جواب دے رہی تھی۔ اُس کی معمولی شکل و صورت اَور طور طریقے سے ہمت پا کر نوجوان لڑکے ایک ایک کرکے اس کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ اِس ماحول میں اُس کی خامیاں خُوبیوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ نوجوان افسروں نے ایک نظر کے اَندر دُوسری لڑکیوں کے مقابلے میں اُس لڑکی کے طبقے اَور اُس کی حیثیت کا تعین کر لیا تھا اور بے خطر ہو کر ایک ایک اِنچ اُس کی جانب کھسکتے جا رہے تھے۔ سرفراز نے رُخ بدل کر اپنے اِردگرد دیکھا۔ سُرخرو خان کِسی اَور سے باتیں کرنے میں مصروف ہو چُکا تھا۔ سرفراز نے جی کڑا کر کے قدم بڑھایا اَور شعیب کے پاس جا کھڑا ہُوا۔

"اسلام علیکم،" نسیمہ نے اپنی بات چھوڑ کر، اپنے مخصوص اَنداز میں ہاتھ اُلٹ کر ماتھے سے چھوَا، "آپ کب آئے؟"

"ابھی آیا ہوں،" سرفراز نے گھبراہٹ میں جلدی سے جواب دیا۔

"ابھی ابھی؟"

"ہاں،" شعیب نے بات کاٹ کر کہا۔ "ابھی ابھی اِن کا چاپر باہر اُترا ہے۔"

سرفراز ہنس پڑا۔ "میرا مطلب ہے آج ہی آیا ہُوں۔"

"ہمیں کُچھ بیکرز نے دیر کرا دی، کُچھ ٹریفک نے،" نسیمہ بولی۔ پھر اُس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارے کمرے میں نظر دوڑائی۔ سب آ گئے ہیں؟ کیا خیال ہے، شروع کر دیا جائے؟"

شعیب نے بھی چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ "ہاں،" وہ بولا۔

"ٹھیک،" نسیمہ شرارت بھرے لہجے میں بولی، "اب تم اُس دروازے کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ اُس وقت تک تم مڑ کر دیکھ نہیں سکتے جب تک میں آواز نہ دوں۔"

"کیوں؟" شعیب آنکھیں چمکا کر بولا۔

"بس۔ یہ رُول ہے۔ اگر تم مڑے تو ساری کارروائی وہیں پہ روک دوں گی۔ سمجھ گئے؟" یہ کہ نسیمہ نے شعیب کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر گھمایا اور میز کی جانب اُس کی پشت کر دی۔ شعیب کندھے اُچکا کر وہیں کھڑا کھڑا اپنے ایک دوست سے باتیں کرنے لگا۔

"نورین،" نسیمہ نے آواز دی۔ "چلو آؤ۔"

اُن دونوں کو جاتے دیکھ کر دُوسری دو لڑکیاں بھی اُن کے پیچھے چل دیں۔ وہ چاروں کونے والی تپائی کے آگے دیوار بنا کر کھڑی ہو گئیں۔ پھر اُنہوں نے ڈبے کے اندر سے کیک نکال کر طشتری پہ رکھا اور اُس پر اکیس موم بتیاں جمائیں۔ کیک کو اپنے پیچھے چھپائے چھپائے نسیمہ نے مڑ کر ماچس طلب کی۔ اُس کے قریب کھڑے ایک نوجوان نے اُسے اپنا لائیٹر پیش کیا۔ نسیمہ ایک منٹ تک اُس سرخ رنگ کے چمکیلے لائیٹر کو ہاتھ میں لئے تعریفی نظروں سے دیکھتی رہی۔ پھر پلٹنے سے پہلے اُس نے ہنس کر نوجوان سے کوئی بات کی۔ سرفراز اُس نوجوان افسر کو نہ جانتا تھا، مگر اُس کے دِل میں ہلکی سی جلن پیدا ہوئی۔ اُس کا جی چاہا کہ اُس آدمی کی جگہ پر وہ خُود موجود ہو۔ مگر وہ لائیٹر کہاں سے لے کر آتا؟ وہ تو سگریٹ بھی نہ پیتا تھا۔ اُس نے کمرے کے پار سے نسیمہ کے چمکتے ہُوئے سفید، ہموار دانت ایسے دیکھے تھے جیسے وہ اُس کے پاس کھڑا ہو۔ پھر اچانک کمرے سے ایک مجموعی خوشگوار حیرت کی آواز اُٹھی۔ نسیمہ تینوں لڑکیوں کے نرغے میں، کیک کی طشتری اُٹھائے، اِنتہائی احتیاط سے قدم قدم میز کی جانب بڑھ رہی تھی۔ تینوں لڑکیاں موم بتیوں کے شعلوں کو ہوا سے محفوظ رکھنے کی خاطر اپنے ہاتھوں کی اوٹ میں رکھے ساتھ ساتھ چلتی آ رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سپلینڈڈ،" کسی نے کہا۔

شعیب نے پلٹنے کی کوشش کی تو اُس کے سامنے کھڑے نوجوان نے مسکراتے ہوئے اُس کے دونوں بازو اپنے ہاتھوں میں جکڑ لئے۔ نسیمہ نے میز پہ پہنچ کر کیک کی طشتری درمیان میں رکھ دی۔

"ایکسیلنٹ،" کسی اَور نے کہا۔

"آل رائٹ،" نسیمہ نے پکار کر کہا، "شبو، یُو کین ٹرن اراؤنڈ ناؤ۔"

شعیب مڑا تو حیرت اَور خوشی سے آنکھیں پھیلا کر، مُنہ کھول کر ہنسا۔ نسیمہ نے اُس کے ہاتھ میں چھُری پکڑا دی۔ نورین بھاگ کر میز کی دُوسری جانب جا کھڑی ہُوئی اَور کیمرہ آنکھ سے لگا کر تصویر بنانے لگی۔ شعیب نے دو چار پھونکوں میں موم بتیاں بجھائیں اَور کیک کاٹنے لگا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یُو۔۔۔۔" کی مخصوص دُھنیں کمرے میں بلند ہوئیں اَور تالیوں کے بیچ چاروں جانب پھیل گئیں۔ نسیمہ نے شعیب سے چھُری لے کر کیک کاٹنا شروع کیا۔ لڑکیاں سب کو کیک بانٹنے لگیں۔ ہنسی مذاق کی باتیں ہوئیں۔ میس کے بیرے گرم چائے سے بھری چاء دانیاں اٹھائے ہُوئے لائے۔ لوگ، جو ایک غول کی صورت میں میز کے گرد جمع تھے، اپنے اپنے کیک کے ٹکڑے لئے، چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بٹ گئے۔ گفتگو کی بھنبھناہٹ بڑھ کر ہلکے سے شور میں تبدیل ہوگئی۔ جبڑے چلنے کے ساتھ لوگوں کی جھجک کے پردے اُترتے گئے۔ شرفی بکرے نے، جو اب تک آپے میں کھڑا تھا، پُرزے نکالنے شروع کر دیئے تھے۔ اُس کے گروپ سے قہقہوں کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ کیک کے ذروں سے آراستہ لب وا کئے لوگ ہنس رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے کوئی بات کرنے کی خاطر کمرے کی دُوسری طرف کھڑے لیفٹیننٹ طاہر کو آواز دی۔ اُن کے بیچ کمرے کا شور تھا۔ جب دوسری اَور پھر تیسری آواز پہ طاہر متوجہ نہ ہُوا تو شرفی پنجوں کے بل دبک دبک کر چلتا ہُوا کمرے کو پار کر کے اُس کی پشت پہ جا کھڑا ہُوا۔ اُس نے طاہر کے کان سے مُنہ لگا کر ایسے زور سے اُسے آواز دی جیسے پٹاخہ پھٹتا ہے۔ طاہر اُچھل پڑا۔ اُس کے ہاتھ میں پکڑی ہُوئی چائے کی پیالی چھلک گئی۔ کچھ چائے اس کے کپڑے پہ اَور کچھ زمین پہ گری۔ طاہر سخت طیش کی حالت میں مڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شرفی،" وہ دانت پیس کر بولا، "یو آر این ایڈیٹ!"

شرفی ہنس پڑا۔ ساتھ ہی اُس نے ہتھیار ڈال دینے کے انداز میں ہاتھ اُوپر اٹھا دیئے۔ مگر طاہر کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ ایک لحظے کے لِئے سرفراز نے سوچا کہ طاہر اپنی پیالی میں بچی ہُوئی چائے شرفی کے سر پہ انڈیل دینے والا ہے۔ مگر اُسی وقت کسی نے پیچھے سے شرفی کو بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ شرفی شرمندہ سی ہنسی چہرے پہ لِئے واپس آگیا۔ کمرے میں ایک منٹ خاموشی ہو جانے کے بعد دوبارہ معمول کی گفتگو شروع ہو گئی۔ دور سے شعیب گہری سوچ والی نظر سے شرفی کو دیکھتا رہا۔ "یو نو واٹ آئی تھنک؟" پھر وہ بولا۔

سرفراز نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"آئی ایم افریڈ شرفی از گوئینگ ٹوبی تھرون آؤٹ سونر آر لیٹر۔ ون ڈے ہی وِل کراس دی لِمٹ۔"

فوج کے پیشے میں جہاں ہر کمیشن حاصل کرنے والا نوجوان افسر اپنے دِل میں جرنیل بننے کی اُمنگ ہی نہیں لِئے ہوتا بلکہ تصور میں اپنے آپ کو کم از کم ڈویژن کی کمان کرتے ہوئے بھی دیکھ رہا ہوتا ہے، وہاں چند سال میں ایسے لوگ بھی نظر میں آجاتے ہیں جن کے بارے میں ایک قدرتی احساس ہوتا ہے کہ میجر یا زیادہ سے زیادہ لفٹننٹ کرنل کے عہدے تک پہنچ کر اُن پر ترقی کے راستے بند ہو جائیں گے۔ ضروری نہیں ہوتا کہ یہ لوگ نالائق افسر ہوں، مگر فوج کے مخصوص کلچر میں کسی نہ کسی وجہ سے اُن کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور اُن کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ شرفی جس کے لِئے شعیب اور سرفراز کے دِل میں خاص محبت تھی، کے بارے میں یہ احساس کر کے دونوں کے دِل بھاری ہو گئے۔ سرفراز نے دوسری دیوار کے ساتھ کھڑے شرفی کو دیکھا جو حسب معمول اپنی کھلی طبیعت اور خوشدلی کے اثر سے آس پاس کے دوستوں میں ہنسی اور خوشی پھیلا رہا تھا۔ یہ شخص، سرفراز نے سوچا، خواہ لکھ پتی بزنس مین بن جائے، مگر "سروس" میں رہنے اور ترقی کرنے کا، یونیفارم کا اور رینک کا فخر اس کے ہاتھ سے نِکل جائے گا، جس کی کمی وہ عُمر بھر پوری نہ کر سکے گا۔ یہ خیال کر کے سرفراز کے دِل میں گہرا افسوس پیدا ہُوا، اور دِل ہی دِل میں اُس نے دُعا کی کہ خُدا کرے شعیب کا اندیشہ دُرست ثابت نہ ہو۔

اُسی وقت، گویا مستقبل میں دیکھتے ہوئے، سرفراز کی نظروں میں چیزیں دور اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نزدیک ہونے لگیں۔ کمرے کا ماحول بدل گیا۔ کچھ لوگ بہت دور اور کچھ بالکل قریب سے دکھائی دینے لگے۔ سرفراز کے لئے یہ نئی بات نہ تھی، مگر کوئی دُوسرا اِسے تسلیم نہ کرتا تھا۔ ایک بار اکیڈمی میں اُس نے شعیب سے اِس کا ذکر کیا تھا، جس نے یہ کہہ کر "ایم ایس، یُو آر میڈ،" اُس کی بات کو جھٹک دیا تھا۔ کئی سال پہلے، جب وہ ابھی بچہ تھا، اُس نے اپنے بھائی سے یہ بات کہی تھی۔ اُس کے بھائی نے بھی یہ کہتے ہُوئے کہ "تیرا مشاہدہ تیز ہے"، معاملہ ختم کر دیا تھا۔ بچپن اور لڑکپن میں لمبے عرصے تک اِس کیفیت کے بارے میں وہ یہی سوچتا رہا تھا کہ اُس کا مشاہدہ تیز ہے۔ مگر جوان ہونے تک اُسے علم ہو چُکا تھا کہ یہ صِرف مشاہدے کی بات نہ تھی، ایک خاص الخاص وصف تھا جو پیدائش کے وقت سے اُس کے اندر موجود تھا۔ اِس حقیقت سے بھی وہ آشنا تھا کہ اِس "راز" کو وہ اپنے اندر مخفی رکھنے پر مجبور تھا، کہ کوئی دُوسرا اِسے سمجھنے بوجھنے سے قاصر تھا۔ رازدانی کے اِس بوجھ تلے ایک طویل تنہائی اُس کے حصے میں آئی تھی جس میں وہ کِسی کو شریک نہ کر سکتا تھا۔ اِس کے باوجود، جب وہ اِس کیفیت میں ہوتا تو ایک پُرسکوت حالت اُس پہ طاری ہوتی۔ وہ نہایت آسودگی سے اپنا ہلکا پھلکا بدن اُٹھائے کھڑا ہوتا، اور اُس کے تمامتر حواس ایک نقطے پہ مجتمع ہوتے۔

اُس کمرے کے اندر یہ نقطہ کیک کا ایک ذرہ تھا جو نسیمہ کے دانتوں میں اٹکا ہُوا تھا۔ اُن دونوں میں چند گز کا فاصلہ تھا، مگر جب نسیمہ باتیں کرتی ہُوئی ہنستی تو اُس کے سامنے والے دانتوں کے درمیان وہ باریک سا ذرہ سرفراز کو ایسی صفائی سے دکھائی دیتا جیسے کہ وہ نسیمہ کے سامنے کھڑا ہو۔ کئی بار اُس کا جی چاہا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر نوتھ پک کے نیزے سے اُس ذرے کو اُچک لے۔ کمرہ اب ایک مقناطیسی کشش اور میدان کی مانند تھا جس میں سیاہ سروں کے چھوٹے چھوٹے جھرمٹ الگ الگ دکھائی دے رہے تھے۔ سرفراز اپنی تنہا دنیا میں ٹھہرا اِس طرح اِس منظر کو دیکھ رہا تھا جیسے چھت پہ لٹکا ہوا اُوپر سے ساری کارروائی کا ملاحظہ کر رہا ہو۔ کبھی کوئی سر، اور اُس سے ملحقہ شکل ایک جھرمٹ سے کٹ کر گویا کھنچتی ہُوئی دُوسرے جھرمٹ میں داخل ہوتی۔ ایک میزبان شبیہہ نسیمہ کی تھی جو اب کیک کا ذرہ اٹھائے کھڑی تھی۔ اِن جھرمٹوں میں ہر کوئی باتیں کر رہا تھا، مگر سرفراز کی دنیا میں مکمل خاموشی تھی، جیسے اُس کے کانوں کے پردے بند ہو چکے ہوں، یا اُس کے گرد ایک خلاء کا حصار کھنچا ہو جس کے اندر وہ بیک وقت مقید بھی ہو اور آزاد بھی۔ چند لحظے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لِئے وہ گویا اس جہانِ زندہ سے کٹ گیا تھا۔ سرفراز کی یہ کیفیت گو عموماً صِرف چند لمحوں تک ہی رہتی، مگر اِس کا عکس اُس کے ذہن پہ یوں پڑتا جیسے برسا برس پہ پھیلا ہو۔

"آپ کی برتھ ڈے کب ہے؟" دُور سے ایک آواز آتی ہُوئی معلوم ہوئی۔ اِس آواز میں ہنسی کی کھنک بھری تھی اَور دو دانتوں کے درمیان کیک کا ایک ذرہ چمک رہا تھا۔ سرفراز اُن دانتوں کی ہیئت میں محو تھا۔

"ہنہ؟" وہ چونکا۔ "اوہ۔۔۔" وہ ہنسا، "میری برتھ ڈے؟" جواب میں گو ایک لمحے کا وقفہ تھا مگر اِس توقف نے نسیمہ کے چہرے پہ حیرانی کی پرچھائیں پھیلا دی۔

"جی،" وہ بولی، "آپ کی برتھ ڈے۔"

"اگست میں ہے۔"

"بڑا اچھا موسم چُنا آپ نے پیدائش کا۔"

سرفراز کی آنکھوں کے سامنے کھلکھلاتی ہُوئی ہنسی تھی جس کے اِرتعاش میں وہ ذرہ لہرا رہا تھا۔ سرفراز اُس پر سے نظریں ہٹانے میں کامیاب نہ ہو رہا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ اگر وہ اِسی طرح اُس پہ نظریں جمائے کھڑا رہا تو نسیمہ بدک جائے گی۔

"بارشوں کا موسم ہے،" وہ بولا۔ "دیہات میں تو ہر شے سرسبز ہو جاتی ہے۔"

"میرا جی چاہتا ہے کہ کِسی گاؤں میں کچھ دِن گزاروں۔ کئی سال ہو گئے ہیں میں اپنے آبائی گاؤں بھی نہیں گئی۔"

"آپ ہمارے گاؤں آئیں۔"

"سچ مچ؟"

"یو آر موسٹ ویلکم۔"

وہ ذرہ اب چٹان بن چُکا تھا جس کے منوں بوجھ تلے سرفراز پسا جا رہا تھا۔ وہ اپنی قوتِ ارادی کے پورے زور سے اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھے ہُوئے تھا جو بڑھ کر اُس ذرے کو اُڑس لینا چاہتا تھا۔ اُس بیباک ذرے نے دانتوں کی ہموار شکل کو بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

"تو آپ اپنی برتھ ڈے پر ہمیں اِنوائیٹ کریں گے؟"

"ضرور۔ ابھی سے اِنوی ٹیشن ہے۔ تیرہ اگست۔ ڈائری میں نوٹ کر لیں۔ گو اِس میں ابھی دس مہینے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دس ماہ گزرنے میں کونسی دیر لگتی ہے۔"

اب اُس کے لِئے اپنے آپ کو روکنا برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ زبان سے بول کر کہنے میں کیا حرج ہے؟ "آپ کے دانت میں۔۔۔۔" سرفراز نے دِل ہی دل میں کہنے کی مشق شروع کر دی۔ گو زبان سے ایک لفظ نہ نِکلا تھا، مگر دِل کی آواز سے اُسے اَندازہ تھا کہ اُس کا لہجہ مناسب حد تک ہلکا پھلکا نہ تھا۔ سرسری ہونا چاہئے، نہ بہت اُونچا نہ نیچا، جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ آپ کی مرضی، نکالیں یا نہ نکالیں۔ وہ لہجہ اَور آواز برابر کرنے کی کوشش میں ہلکا سا کھانسا۔ حلق سے کھنکارنے کی جو آواز نِکلی وہ اُس کے کانوں میں دندنانے لگی۔ آواز دُرست نہ تھی۔ ان سب باتوں سے پہلے، سرفراز نے سوچا، وہاں سے نظر ہٹانا ضروری تھا۔ اِس خیال کے آتے ہی اچانک اُسے یہ کام آسان معلوم ہونے لگا۔ اُس نے جلدی سے دائیں اَور بائیں مُڑ کر کمرے پہ نظر ڈالی۔ اس کے ساتھ ہی گویا طلسم ٹوٹ گیا۔

"آپ آج رات اِدھر ہی رکیں گے ناء؟" نسیمہ نے پوچھا۔

"جی ارادہ تو ہے،" سرفراز نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر بات ہوگی۔" وہ الوداعی ہنسی ہنس کر چلی گئی۔ کیک کا ذرہ ابھی تک وہیں اٹکا تھا، جس کی اُسے خبر بھی نہ تھی جیسے سرفراز کا دِل جس کی کیفیت کا اُسے علم تک نہ تھا، مگر جس پہ آہستہ آہستہ اُس کا قبضہ ہوتا جا رہا تھا۔

گھر بھر میں تاریکی تھی، سوائے ایک شعیب کے کمرے کے، جس میں چار لڑکے بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ آصف گولڈ اَور شرفی دونوں کو آصف کی کار پہ، جو اُس کے صنعتکار باپ نے اُسے خرید کر دے رکھی تھی، راتوں رات ملتان پہنچنا تھا، جہاں دونوں کی پوسٹنگ تھی۔ مگر شرفی کا اِصرار تھا کہ۔۔۔۔ "یار زندگی کا کیا پتا"۔۔۔۔ روانگی سے پہلے تاش کا ایک راؤنڈ ہو جائے۔ تین گھنٹے کے اَندر شرفی اپنی ساری نقدی ہار چُکا تھا۔

"شوکی نے شرط کے سو روپے دینے ہیں،" وہ بولا۔ "وہ لگاتا ہُوں۔"

"ارے جا،" آصف نے کہا، "بانڈے سے بہاولپور کے ریگستان میں کون جا کر وصول کرے گا۔"

"دے دے گا۔ نہ دیا تو کیپٹن دِلاور لے کر دے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیپٹن دِلاور سے کون مانگے گا؟"

"اگلے مہینے ری یونین ہے۔ تجھے پیسوں سے واسطہ ہے ناء؟ مل جائیں گے۔"

"نو وے،" آصف نے سر ہلا کر کہا۔

"تو لے پھر،" شرفی نے اپنی گھڑی اُتار کر میز پہ رکھ دی۔

"پک اِٹ اَپ، شرفو،" شعیب نے کہا۔ "یہ میس نہیں، میرا گھر ہے۔ پرسنل پراپرٹی نہیں چلے گی۔"

"کیا حرج ہے۔ بڑا بڑا نواب سلطنت ہار جاتا ہے۔ ہارنے میں کونسی بے عزتی کی بات ہے؟ شاعروں نے تو اسے زندہ جاوداں بنا دیا ہے۔"

"زندہ جاوید،" سرفراز نے تصحیح کی۔

"زندہ جاوداں،" شرفی نے اصرار کیا۔ "وانٹ اے بیٹ؟"

"شرفی، تو ان پڑھ کا ان پڑھ ہی رہا،" شعیب نے کہا۔

آصف نے گھڑی اُٹھا کر آگے بڑھائی اَور دُوسرے ہاتھ کی اُنگلی ہلا کر شرفی کو اُٹھنے کا اشارہ کیا۔ "کم آن، گیٹ اَپ۔ دو بج گئے ہیں۔ چھ بجے پریڈ پر پہنچنا ہے، یاد ہے؟"

"لولیتا زندہ رہے،" شرفی کہا۔ "دو گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔"

آصف کی زرد رنگ فوکس ویگن لولیتا کے نام سے مشہور تھی۔

"تجھے سٹیئرنگ کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گا،" آصف نے کہا۔ "آتی دفعہ تو نے میرا خُون خشک کر دیا تھا۔ چل اُٹھ۔"

"کیوں، کیا ہُوا تھا؟" شعیب نے دریافت کیا۔

"اِدھر کی اُدھر چلاتا ہُوا آیا ہے، اَور کیا ہُوا ہے؟ ریسنگ ڈرائیور کا تخم۔"

"بھئی توپچی ہے ناء،" سرفراز نے کہا۔ "نشانہ اِدھر مارتا ہے، گولہ کہیں اَور گرتا ہے۔"

شرفی کلائی پہ گھڑی باندھ کر بادل نخواستہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔

"شرفی،" سرفراز نے کہا، "زندہ جاوداں شاعر کا کلام تو سناتے جاؤ۔"

"دونوں جہان،" شرفی نے میز پہ پھیلے ہُوئے پتوں کی جانب اُنگلی سے اشارہ کر کے کہا، "تیری محبت میں ہار کے، وہ جا رہا ہے کوئی۔۔۔۔۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باقی کا شعر چاروں کے قہقہوں میں دب گیا۔ بیرونی برآمدے کے چھوٹے سے بلب کی روشنی میں اُنہوں نے الوداع کہی، اَور لولیتا پھرر رر کرکے گیلی رات میں سفید دھواں چھوڑتی ہوئی تاریکی میں غائب ہوگئی۔ شعیب اَور سرفراز جیبوں میں ہاتھ دیئے کچھ دیر تک وہیں کھڑے لان کی نیم تاریکی میں دیکھتے رہے جس کی گھاس اکتوبر کی اَوس میں کہیں کہیں سے چمک رہی تھی۔

"تم کِس وقت پیدا ہُوئے تھے؟" سرفراز نے پوچھا۔

"یاد نہیں رہا" شعیب نے جواب دیا۔

"ذہن پر زور دے کر سوچو۔ اُواں اُواں کی آواز کے ساتھ ایسوسی ایٹ کرو۔ پھر گھڑی کی شکل یاد کرکے بتاؤ سوئیاں کِس پوزیشن میں تھیں۔ میں خُود حساب لگالوں گا۔"

"شائد صبح کے آٹھ بجے تھے،" شعیب سنجیدگی سے بولا۔

"گویا اب تُم اِکیس برس اَور اٹھارہ گھنٹے کے ہو چکے ہو۔"

"ہاں،" شعیب نے سوئے ہُوئے لہجے میں کہا۔ "تخمیناً۔"

"اِس لمبے عرصے میں تُم نے کیا کام کیا ہے؟"

"کمیشن پائی ہے۔"

"میں اِسے کوئی اَیسا کام نہیں سمجھتا۔"

"ایم ایس، تو ڈِس لائل ہے۔"

"نو۔ جسٹ اِیزی۔"

"میں تو سونے جا رہا ہُوں۔ شعیب نے کہا۔

"میں بھی ابھی آ رہا ہُوں۔ تُم چلو۔"

سرفراز برآمدے سے نِکل کر لمبے، مستطیل لان میں داخل ہوا اور ٹہلتا ہُوا اُس کے وسط تک چلا گیا۔ وہاں رُک کر وہ پلٹا اور بے خیالی سے مکان کو دیکھنے لگا۔ نسیمہ کا کمرہ مکان کے عقب کی جانب تھا۔ وہ اِس وقت کیا کر رہی ہوگی، سرفراز نے اپنے دِل سے سوال کیا؟ پھر خُود ہی جواب دیا، گہری نیند سو رہی ہوگی۔ کیا سونے سے پہلے اُس نے دانت صاف کئے ہونگے؟ یہ کوئی اَیسا لایعنی سوال نہ تھا۔ سرفراز پہ سراسیمگی طاری تھی۔ وہ کیسے اِن لوگوں کو اُس دقیانوسی گاؤں اَور کچے گھر میں لے جائے گا جہاں ڈھنگ کا غسل خانہ بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں تھا؟ میس سے واپسی پر نسیمہ نے اپنے بھائی سے سرفراز کی دعوت کا ذکر بھی کر دیا تھا۔

"بچُّو، اب تو بلانا ہی پڑے گا،" شعیب نے کہا تھا۔ "بچ کر نہیں جا سکتے۔ کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔"

سرفراز نے اَندازے سے دس مہینے کا ذکر کر دیا تھا۔ اب صحیح وقت کا حساب لگانے کے لِئے اُس نے اُنگلیوں پہ شمار کرنا شروع کیا۔ ایک، دو، تین۔۔۔۔۔ اُس کے پاس نو مہینے اَور نو دِن کا عرصہ تھا۔ صِرف اتنے وقت میں وہ کیسے اپنی زندگی کا نقشہ بدل سکتا تھا؟ ایک مایوس سا خیال اُس کے دِل میں آیا کہ وہ اپنی سالگرہ شہر کے کِسی ہوٹل میں منعقد کر سکتا تھا۔ لالہ خوشی سے بل ادا کر دے گا۔ مگر نسیمہ نے تو خاص طور پہ اُس کے گاؤں آنے کی خواہش کا اِظہار کیا تھا۔ کمبخت گاؤں کا ذکر کیسے آیا تھا؟ سرفراز کا ذہن نسیمہ کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو کو ٹٹولتا ہُوا پیچھے کی جانب چلنے لگا اور ایک مقام پہ جا کر رُک گیا۔

"بارش کا موسم ہے،" اُس نے خُود کہا تھا، "دیہات میں تو ہر شے سرسبز ہو جاتی ہے۔"

غصے میں سرفراز نے ایک چپت اپنی ران پہ ماری۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ وہاں تو گھٹنے گھٹنے کیچڑ ہو جاتا ہے جس کے اندر چلنا محال ہوتا ہے؟ سرفراز کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے عنقریب اُس کے بدن کا لباس چھن جانے والا تھا اور وہ دنیا کے سامنے ننگا ہو جائے گا۔ اِسی حالت میں وہ بستر پہ پہنچ کر اندھیرے میں لیٹا رہا۔ دیر تک اُسے نیند نہ آئی۔ پہلی بار اُسے احساس ہو کہ وہ کہاں سے اُٹھ کر کہاں پہ آ پہنچا تھا، اور اِس مقام پہ وہ اپنی ذات تک محدود تھا، اُس کے ساتھ کوئی قافلہ، کوئی قبیلہ چل کر نہ آیا تھا۔ ایک اُس کا بھائی تھا جس نے اپنی محنت سے چار پیسے کما لِئے تھے، مگر کوئی اعلیٰ عہدیدار، کوئی جاگیردار، کوئی نامور سیاستدان اُس کی پشت پہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ اُس کے آبائی گھر کا دروازہ بھی کِسی کے آگے کھولنے کے قابل نہ تھا۔ آخر نیند کے غلبے کے اندر ایک بیتاب، فریاد کرتا ہُوا سوال اُس کے دماغ میں ابھرا: میں نے نسیمہ کے آگے اپنے دِل کو اِتنی ڈھیل کیوں دی تھی؟

"یار ایک کام تو کرنا،" جاتے جاتے سرفراز نے شعیب سے کہا۔ "میرا ایک کزن ہے، عباس۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"باسا؟" شعیب نے ہنس کر پوچھا "ڈنڈی والا باسا؟"

"ہاں،" سرفراز ہنسا۔ "اُسے پولیس میں بھرتی کروانا ہے۔"

"کیوں، زمیندارے سے بھاگ گیا ہے؟"

"وہ تو اس نے دیر ہُوئی چھوڑ دیا۔ کچھ غلط کاموں میں پڑ گیا ہے۔ بریگیڈیئر صاحب کے کوئی کانٹکٹ ہیں؟"

"یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں،" شعیب نے کہا۔ "سُرخرو سے کہوں گا۔ تم خُود بھی کہہ سکتے ہو۔ اُس کا بھائی اے۔ایس۔پی لگا ہُوا ہے۔"

"کہاں؟"

"یہاں پر۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں۔"

"یار تم ہی اُس سے بات کرنا۔ تمہاری اُس اُجڈ پٹھان کے ساتھ زیادہ دوستی ہے۔"

"آدمی کام کا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں بات کر لوں گا۔"

"بھولنا نہیں، اِٹس اِمپارٹنٹ۔"

"ڈونٹ وری۔ آئی وِل لیٹ یو نو۔"

سرفراز واپس اپنی یونٹ میں پہنچا تو اُس کے دل میں ایک ہی خیال تھا۔ گو دو ہفتے کے بعد وہ ایک دِن کی چھٹی پہ گھر جانے والا تھا، مگر کیفیت یہ تھی کہ اُس وقت تک اِنتظار کرنا اُس کے لِئے محال ہو چُکا تھا۔ آتے ہی وہ اعجاز کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ نو دس مہینے میں، اُس نے لکھا، اُس کے کچھ دوست احباب مہمان بن کر گاؤں آنے والے تھے۔ گھر کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ اگر سارا گھر پکا نہیں بن سکتا تو کم از کم صحن اور باہر کی دیواروں پر اینٹیں چنوائی جانی چاہئیں۔ مگر سب سے ضروری بات یہ تھی کہ صحن والا کمر گرا کر اُس کی جگہ پہ ایک پکا کمرہ بنایا جائے جس کے ساتھ ایک غسل خانہ ہو۔ غسل خانے میں سارے اِنتظامات ہونے چاہئیں۔ نہانے کے علاوہ مُنہ ہاتھ دھونے، دانتوں پہ برش وغیرہ کرنے کے لِئے واش بیسن، اور سامنے دیوار پر شیشہ نصب ہونا چاہئے۔ سب باتیں تفصیل سے لکھ کر سرفراز نے مزید کہا کہ باقی آئندہ، اور خط کو اُسی روز رات کی ڈاک میں بھیج دیا۔ دو ہفتے کے بعد وہ ایک روز کی سٹیشن لِیو پر گاؤں گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سرفراز، میں نے آتے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تیرے خط کے مطابق سب کام ہو جائے گا۔ دُھرا کر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔" اعجاز نے کہا۔

"لالہ،" سرفراز ہنس کو بولا، "مجھے پتا ہے ناء، کہ تُم پیسے کو کتنے زور سے باندھ کر رکھتے ہو۔"

"پیسا کھیت کے چوہے کی طرح ہوتا ہے،" اعجاز نے کہا، "پکڑ کے نہ رکھو تو دم چھُڑا کر بل میں غائب ہو جاتا ہے۔ شکر کر کہ اکیلی جان ہو، میں تیرے پیچھے کھڑا ہوں۔ گھر بار چلاؤ گے تو پتا چل جائے گا۔ یہ کاغذ کیسا لے کر آئے ہو؟"

"میں نے کچھ ٹھیکیداروں سے پوچھ گچھ کر کے کام کا تخمینہ لگوایا ہے۔"

"سرفراز ٹھیک ہی تو کہتا ہے،" سکینہ بولی۔ "افسروں کے میل جول والے بھی افسر ہی ہوتے ہیں۔ اُٹھک بیٹھک کے لِئے جگہ مناسب ہونی چاہئے۔ اس میں ساروں کی عزت ہے۔"

"تو کیا مجھ کو اِس بات کی سمجھ نہیں؟" اعجاز نے کہا۔ "اب تُو بھی مجھے سبق پڑھانے لگی ہے۔ تُم دونوں کے ہاتھ میں کام دے دوں تو کباڑا کر کے رکھ دو۔ یہ جو فوج کے ٹھیکیداروں سے حساب کتاب کروا کے لایا ہے، اپنی طرف سے بڑا تیر مارا ہے۔ اتنی رقم سے تو دو مکان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ لٹیرے ہیں۔ کوئی انجان اُن کے ہتھے چڑھ جائے تو جیب خالی کر دیتے ہیں۔ یہ کام میرے اُوپر چھوڑ دے سرفراز دس مہینے تو بڑی دور کی بات ہے۔ دیکھتے دیکھتے مکمل کروا دوں گا۔ اچھا، یہ کونسے مہمان ہیں جو آرہے ہیں؟"

"ایک ہی ہے،" سرفراز نے جواب دیا۔ "میرا ایک دوست ہے۔"

"بس ایک؟"

شاید اُس کے ساتھ،" سرفراز کا دِل اُچھلا، "کوئی اور بھی آ جائے۔"

"تیرا دوست بھی لفٹنٹ ہے؟"

"ہاں لالہ۔ شعیب۔ پاسنگ آؤٹ پر تُم سے ملا تو تھا۔"

"شعیب؟ کچھ کچھ یاد پڑتا ہے۔ وہ تو نہیں جس کا بڑی بڑی مونچھوں والا بریگیڈیئر باپ بھی آیا ہُوا تھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، سو دفعہ آئیں۔ میرا اور تیرا گھر تیرے دوستوں کا اپنا گھر ہے،" اعجاز فخر سے بولا۔ "فکر نہ کرو، اُن کے شایان شان مکان تیار ہو گا۔ کہو گے تو ساری گلی پکی کروا دوں گا۔ سردیاں نِکل جائیں تو شروع کرواتا ہُوں۔"

"کیوں؟" سرفراز نے پوچھا۔

"تجھے تعمیراتی کام کا تجربہ نہیں۔ سیمنٹ اور اینٹ کو دھوپ چاہئے ہوتی ہے، کڑکتی ہوئی دھوپ، پھر جا کے اینٹ اپنی اصلی جگہ پر بیٹھتی ہے۔ اپریل میں شروع کرا کے مئی میں ختم کرا دوں گا۔ بارشوں سے پہلے سب کچھ سوکھ جائے گا۔ تیری سالگرہ تو اگست میں ہے ناء؟ بڑا وقت پڑا ہے۔ تسلی سے رہ۔ بس یہ سردیوں کے مہینے کام کا زور ہے۔ یہ بھی نِکل جائے گا۔"

"کونسے کام کا؟" سرفراز نے پوچھا۔

"اپنا باہر کا کام ہے،" اعجاز نے بات ٹالتے ہُوئے کہا۔ "تو فکر نہ کر۔ چاہے تو ساری پلٹن کو لے آنا۔"

"باہر کا کام۔ باہر کا کام،" سکینہ بڑبڑانے لگی۔ "ذرا اپنے لالے سے پوچھ باہر کا کیا کام ہے؟ کوئی زمین کا کام ہے؟ کاروبار کا کام ہے؟"

"چل تُو چپ کر،" اعجاز نے کہا۔

"چپ کیوں کروں؟ گڑ کی منڈی میں مندا آ گیا ہے اور اسے باہر کا کام پڑا ہُوا ہے۔ میری بات کو تو یہ بیٹھا بیٹھا گنوا دیتا ہے۔"

سرفراز نے یہ دیکھا تو بات بدلنے کو کہا۔ "کچھ گلی کی نالی کا بھی انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔

"ہو جائے گا، ہو جائے گا۔ تُو تو ایسے فکر کر رہا ہے جیسے کل ہی تیرے مہمان آنے والے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باب 10

سردیاں گزرنے پر اعجاز نے وعدے کے مطابق جون کے شروع تک مکان اور صحن پکا کروا کے سفیدیاں کرا دی تھیں اور ساری عمارت جون کی دھوپ میں سوکھ کر مضبوط ہو چکی تھی۔ اُس نے پرانے کچے کمرے کو اُسی طرح رہنے دیا اور گلی والے بڑے دروازے کے ساتھ اندر کی طرف ایک نیا کمرہ اور غسل خانہ تعمیر کرا دیا۔ ساتھ ہی باورچی خانے میں بھی تبدیلیاں کرائی گئیں۔ سفیدی کے علاوہ دیواروں پر چھتیاں لگوائی گئی تھیں جن پر برتن اور مرچ مصالحے کے ڈبے رکھے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ درمیان میں رکھنے کے لِئے پالش شدہ لکڑی کی میز اور چار کرسیاں خریدی گئیں جنہیں سرفراز اپنے قیام کے دوران، یا کبھی کبھی دونوں لڑکے کھانا کھانے کے لِئے استعمال کرتے تھے۔ اعجاز اور سکینہ ہمیشہ چولہے کے پاس پیڑھیوں پہ بیٹھ کر کھاتے، اور گرمیوں کے سات آٹھ مہینے، بارشوں کے دِن چھوڑ کر، ہانڈی چولہا سب صحن میں رہا کرتا تھا۔ مہمانوں کے لِئے جگہ تیار تھی، مگر یہ کسی کو یاد نہ رہا تھا کہ سرفراز کی سالگرہ والے دِن فوج کی یونٹیں یوم آزادی کی تقریبات کی ریہرسل کیا کرتی ہیں اور افسروں کے لِئے چھٹی لینا ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ وقت آنے سے کافی پہلے ہی سرفراز اور شعیب کا آپس میں فیصلہ ہو چُکا تھا کہ سرفراز کی سالگرہ کو ستمبر کے مہینے تک ملتوی کر دیا جائے۔ اگست کے آخری ہفتے میں یہ طے ہوا کہ ستمبر کی گیارہ تاریخ کو شعیب اور نسیمہ گاؤں پہنچیں گے۔ سرفراز نے اعجاز کو، جو اپنی ذمہ داری نبٹانے کے بعد ایک بار پھر اپنے کاموں میں مصروف ہو چُکا تھا، فوٹوگرافر کی دکان پر فون کر کے پیغام دِلوا دیا۔ دس تاریخ کو چولہے کا سارا انتظام صحن سے اٹھا کر باورچی خانے کے اندر منتقل کر دیا گیا۔

سہ پہر کے وقت جب شعیب اور نسیمہ پہنچے تو سرفراز مہمانوں کے لِئے بنے ہُوئے کمرے میں ان کے بیگ رکھوا کر انہیں باورچی خانے میں لے گیا جہاں سکینہ بیٹھی ہُوئی رات کے کھانے کا بندوبست کر رہی تھی۔ وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ "السلام علیکم،" وہ سر کو اوڑھنی سے ڈھانپتے ہُوئے بولی، اور کرسی سیدھی کر کے نسیمہ کے بیٹھنے کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتظار کرنے لگی۔

"نہیں نہیں،" نسیمہ نے کہا، "آپ بیٹھی رہیں۔ میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھتی ہوں۔" وہ سکینہ کے بیٹھنے کا اِنتظار کئے بغیر جا کر چولہے کے پاس دُوسری پیڑھی پر بیٹھ گئی۔

سکینہ وہاں سے ہٹ کر اُن کے لِئے جگ میں شربت بنانے لگی۔ سرفراز، شعیب اَور اعجاز میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سکینہ نے شیشے کا جگ اَور تین گلاس میز پر رکھے، اَور چوتھے میں شربت بھر کر نسیمہ کو پیش کیا۔ پِھر وہ جا کر اپنی پیڑھی پر بیٹھ گئی۔

"آیئے،" نسیمہ نے ہاتھ بڑھا کر حسن سے کہا، جو کھڑا دلچسپی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ "ہمارے پاس آیئے۔"

"حسن، جو "اوئے" کر کے بلائے جانے کا عادی تھا، اَیسے طور پہ مخاطب کئے جانے پر پریشان ہو گیا۔

"آیئے بھئی، میں آپ کی بہن ہوں،" نسیمہ نے دُھرا کر کہا۔

"چل او حسنے، یہ تیری باجی ہے،" سکینہ نے حکم دیا۔ "سلام کر۔"

حسن رُک رُک کر، ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا۔

"آیئے۔ آؤ آؤ۔ اَیشاباش۔ یہاں بیٹھو۔ آؤ۔ اب بیٹھ بھی جاؤ۔ ہاں، اَیسے ے ے ---- آپ کا نام کیا ہے؟"

حسن چپکا بیٹھا نسیمہ کا مُنہ دیکھتا رہا۔

"اوئے بول، اپنا نام بتا،" سکینہ نے کہا، "یا گنگ شاہ تجھے چاٹ گیا ہے؟"

بچے نے شرما کر نظریں پھیر لیں، مگر زبان نہ کھولی۔

"حسن،" سکینہ نے بتایا۔ "اِس کا نام حسن ہے۔ سارا دِن تو زبان اِس کے مُنہ میں نہیں ٹھہرتی، اِس وقت گُنگا ہو گیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں،" نسیمہ ہنس کر بولی، "شرما رہا ہے۔" پِھر وہ حسن سے مخاطب ہوئی۔ "شرمانے کی کیا بات ہے بھئی، میں تو تُمہاری باجی ہُوں۔ سکول جاتے ہو؟"

بچے نے اِثبات میں سر ہلایا۔

"کونسی جماعت میں ہو؟"

"پانچویں میں ہے۔" سکینہ نے جواب دیا۔ "دونوں پانچویں میں ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دونوں؟"

"جوڑے ہیں،" سکینہ نے کہا۔

"اوو۔۔۔۔" نسیمہ نے کہا، "جوڑے ہیں؟ دُوسرے کا کیا نام ہے؟"

"حسین۔"

"حسن اَور حسین۔ بھئی واہ کیا خُوب نام ہیں۔ وہ کہاں ہے؟"

"باہر ہوگا" سکینہ بولی، پھر اعجاز سے مخاطب ہوئی، "اسے پکڑ کر لاؤ۔ دوپہر سے غیب ہے۔"

"سکول میں ہمارے ساتھ بھی ٹونز پڑھا کرتی تھیں،" نسیمہ نے بتایا۔ "آئیڈنٹیکل ٹونز۔ بالکل ایک جیسی تھیں۔ اُن کی شناخت کرنے کے لِئے الگ الگ سیکشنوں میں داخل کیا گیا تھا۔ شبو، یاد ہیں جمیلہ اَور عقیلہ؟"

"ہاں۔"

سرفراز اَور شعیب اپنے اپنے گلاس ختم کرکے اُٹھے اَور سرفراز کے کمرے میں چلے گئے۔ وہاں پہ وہ چند منٹ تک بیٹھے اپنے گروپ کے لڑکوں کی تازہ ترین خبروں کا تبادلہ کرتے رہے۔ گولڈ نے لولیتا بیچنے پہ لگا دی تھی، اس کا او۔ سی۔ جسد کی وجہ سے اُس کے خلاف ہو گیا تھا اور اُسے ریگولیشن بُک دکھاتا رہتا تھا۔ بکرے کو ذرنکن نیس اَور مس بی ہیوئیر پر ریپریمانڈ مل چکی تھی۔ نیولے کی منگنی ہو گئی تھی۔ شعیب نے بتایا کہ وہ اِس سال سول سروس کا امتحان دینے کا ارادہ رکھتا تھا اور اجازت نامہ حاصل کرنے کی درخواست جی۔ ایچ۔ کیو جا چکی ہے۔ پھر اُس نے کہا،

"ایم ایس، یار اپنا 'پنڈ' تو دکھاؤ۔"

باورچی خانے کے سامنے سے گزرتے ہُوئے سرفراز نے دیکھا کہ نسیمہ کی آدھی پیڑھی پہ سن اور ساتھ ہی فرش پہ حسین بیٹھا ہُوا تھا۔ نسیمہ دونوں سے باتیں کر رہی تھی۔ اعجاز کرسی پہ بیٹھا اپنے ست انداز میں سکینہ سے کچھ کہہ رہا تھا۔ سرفراز اَور شعیب ابھی دروازے تک ہی گئے تھے کہ اعجاز نے آواز دی۔

"دو منٹ رک جاؤ، چائے بن رہی ہے۔"

دونوں وہیں پہ رُک کر باتیں کرتے رہے، پھر ٹہلتے ہُوئے واپس آ کر باورچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خانے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"چلو اب باجی کا پیچھا چھوڑو۔" سکینہ نے چائے کے برتن میز پہ رکھتے ہوئے بچوں سے کہا، "آؤ بی بی، اب یہاں اُوپر بیٹھ کر چائے پیو۔"

"نہیں جی، میں آرام سے بیٹھی ہُوں۔ ہم سب،" اُس نے دونوں بچوں پر ہاتھ رکھ کر کہا، "یہاں پر ہی چائے پئیں گے۔"

سکینہ نے عمدہ چینی کے سیٹ میں، جو سال بھر میں ایک آدھ بار ہی نِکلتا تھا، چائے بنائی۔ اعجاز اُن کے لِئے شہر سے ولایتی بسکٹوں کے ڈبے خرید کر لایا تھا، جو اُس نے کھول کر پیش کئے۔

"لالہ، آپ کے گُڑ کی بہت تعریف سنی ہے،" شعیب نے کہا۔

"سرفراز ساتھ لے جاتا رہا ہے،" اعجاز نے کہا۔ "اِس نے چکھایا نہیں؟"

"اِس کی اپنی بھوک ختم ہو تو کِسی کو دے: مُجھے تو اس نے ہوا تک نہیں لگائی۔"

"بیچ دیتے ہونگے،" نسیمہ شرارت سے بولی۔

"جیسے تُم کیا کرتی تھیں،" شعیب نے کہا۔

"کب؟" نسیمہ نے چمک کر کہا، اَور ساتھ ہی اُسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"سردیوں میں ہماری خالہ سوجی کی پِنیاں بنا کر بھیجا کرتی تھیں۔"

"جھوٹ،" نسیمہ چیخی۔

"چھیمی اپنے حصے کی سکول لے جا کر۔۔۔۔۔"

"جھوٹ جھوٹ۔ شبو جھوٹ مت بولو۔۔۔۔"

"اپنی سہیلیوں کو بیچ دیتی اَور اُن پیسوں کے آلو چھولے کھا لیتی تھی۔"

سب ہنسنے لگے۔ اُنہیں دیکھ کر حسن اَور حسین بھی ہنس پڑے۔

"اِن کی باتیں مت سنو،" نسیمہ بچوں سے مخاطب ہوئی۔ "یہ گپیں مار رہے ہیں۔"

اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اُس نے مُنہ پھیر کر چائے کی پیالی لبوں سے لگالی۔

اعجاز نے ایک مرتبان چھتی سے اتارا اور اُس کا ڈھکنا اُتار کر پلیٹ میں اُنڈیل دیا۔ پلیٹ گُڑ کی ڈلیوں سے بھر گئی۔ شعیب نے ایک ڈلی اُٹھا کر دانتوں سے کاٹی اَور چبانے لگا۔